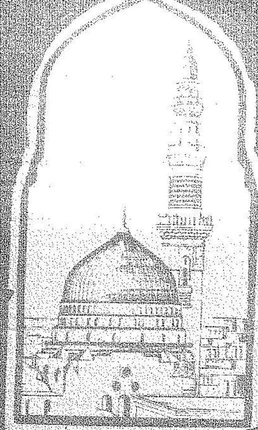
هفت روزه
خدام الدین
لاہور پاکستان



ہدیۂ عقیدت

بحضور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مرحبا فخرِ شریعت مصطفیٰؐ کے جاں نثار
ہے سراپا تو تسبیح، تیرے ہر دامن کا تار

ہر لبِ گل کا تبسم دے رہا ہے یہ پتہ
تیرے آنے سے چمن میں آگئی تازہ بہار

یوں تو شبنم روز و شب دھوتی رہی گل کی جبیں
تیرے آنے سے نکھر آیا رخِ گل پر نکھار

تیری عظمت کے گواہ ہیں یہ زمین و آسمان
تیری رفعت پر ہیں شاہد ماہ و انجم کوہسار

قاسم و محمود کی ارواح کو میرا سلام
تذکرہ ان کا رہے گا روز و شب لیل و نہار

حضرتِ مدنیؒ کے مرقد پر خدا کی رحمتیں
شیخ گنگوہیؒ کے روضہ پر عنایت کردگار

مرشدِ احمد علیؒ کا فیض بھی جاری رہے
بیدرنگ و بیدریغ و بے حساب و بے شمار

آرزوئے دید دل میں چشم پرنم منتظر
ایک مدت سے زیارت کے لیے ہوں بے قرار

چند الفاظِ عقیدت کیجئے حضرت قبول
اخترِ ناچیز کیا لکھے ترا شرف و وقار!

اختر کاشمیری

۶۰ پیسے

بسلسلۂ
نظام شریعت
کانفرنس

التجا و التماس

غازیو! لاہور میں آنے کی تیاری کرو
بر جبینِ آمرکے سر پہ، آؤ! بمباری کرو

توڑ کر سب مذہبِ اغیار کے لات و منات
سرزمینِ پاک پر دینِ خدا جاری کرو

چھوڑ کر طرزِ جفا بخشو جمعیت کو دوام
غلبۂ اسلام کی خاطر، رواداری کرو

ظالموں پر بے تحاشا ایک ہلّہ بول دو
آمروں پہ ایک سکتہ موت کا، طاری کرو

قرنِ اول کی روایاتِ کہن لے کر چلو
دَم بدم پیدا دلوں میں جوشِ بیداری کرو

غیرتِ صدیق رضؓ کی ہیبت کے پرچم کھول دو
جرأتِ فاروق رضؓ سے پیدا جہاں داری کرو

حضرتِ صدیق رضؓ، عمر رضؓ، عثمان رضؓ، علی رضؓ کے درس کو
پھر نظامِ دہر میں قائم کرو، جاری کرو

ہے اگر مدِ نظر تعمیرِ ملت دوستو!
ہر نظامِ کفر پہ دینِ خدا بھاری کرو

پرچمِ اسلام کی عزت ہے گر پیشِ نظر
عظمتِ اسلاف کی طرزِ وفا جاری کرو

سیدِ خیر البشر ؐ کا بھی یہی فرمان ہے
سیدِ خیر الوریٰ ؐ سے تم وفاداری کرو

رہبرانِ ملک سے اختر گزارش ہے مری
تھام لو اسلام کا دامن، حیاداری کرو

اختر کاشمیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۵ ھ
۷ فروری ۱۹۷۵ ء

شمارہ ۳۷

سالانہ ۲۶/- روپے
ششماہی ۱۴/- روپے
سہ ماہی ۷/- روپے
فی شمارہ ۶۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

اھلاً وسھلاً ومرحبا

عالم اسلام کی عظیم اور ممتاز اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی امسال فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد حجاز مقدس سے سیدھے پاکستان تشریف لائے ہیں۔

قاری صاحب اس سے پہلے بھی کئی بار پاکستان تشریف لا چکے ہیں اور پاکستان کے علماء و عوام اور پاکستان کی سالمیت و استحکام کے ساتھ انہیں قلبی لگاؤ ہے۔ حضرت قاری صاحب پاک و ہند کے علماء کے سرخیل اور اس قافلۂ حریت و آزادی کے حدی خواں ہیں جس نے برصغیر سے انگریزی سامراج کو بوریہ بستر لپیٹ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا، وہ ان اسلاف کی یادگار ہیں جن کی جرأت و بیباکی اور حق گوئی کی سبق آموز داستانیں جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکی ہیں۔ وہ اس کارواں کی نشانی ہیں جس نے ہندوستان میں شجر اسلام کو اپنے خون سے سینچا ہے، وہ اس عظیم ادارہ کے مہتمم اور سرپرست ہیں جس کا نام سن کر آج بھی قاتلین حریت و آزادی پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور برطانوی استعمار اور اس کی معنوی اولاد آج بھی اس کی ہیبت کے سامنے دم بخود اور سرنگوں ہے۔ یہ ادارہ دنیا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اس کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہو کر لاکھوں فرزندان توحید اور علماء و فضلاء روئے زمین کے چپہ چپہ پر پھیل کر فریضۂ رسالت کی بجا آوری میں مصروف ہیں۔ ہم قاری صاحب کی تشریف آوری پر ان کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

ان کا وجود ہندوستان میں اسلام کا ایک مضبوط حصار ہے۔ مستقبل قریب یا بعید میں جب کبھی ہندوستان میں اسلام سربلند ہوا تو اس میں سب سے زیادہ حصہ دارالعلوم دیوبند کا ہوگا۔

حضرت قاری صاحب ہندوستان میں خدا کی توحید اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے نگہبان ہیں۔
حضرت نانوتوی رح کے جانشین اور محمود حسن رح کی انقلابی فکر کے داعی ہیں۔
حضرت گنگوہی رح کے علم و فضل کے پاسبان، اسلامی اقدار کے نقیب اور علامہ انور شاہ کاشمیری رح کے تبحر علمی کے ترجمان ہیں۔
ہم ان کی علمی بزرگی، خاندانی برتری، مذہبی اور دینی رہنمائی اور قیادت پر فخر کرتے ہیں۔

موتوا بغیظکم

قومی اسمبلی پاکستان کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے کے بعد قادیانیوں کے سیاسی آرگن "الفضل" اور "الفرقان" کی زبان بے قابو ہو گئی ہے اور وہ غصہ سے پاگل ہو کر موتوا بغیظکم کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔
گزشتہ ماہ تحریک استقلال کے سابق جنرل سیکرٹری ملک غلام جیلانی نے قادیانیوں کے بارے میں قومی اسمبلی کے فیصلے پر لب کشائی فرمائی تو خدام الدین نے اس کا نوٹس لیا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص قومی اسمبلی کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کرتا اسے پاکستانی شہری کہلانے کا کوئی حق نہیں۔

ہمارے اس نوٹس پر قادیانی متنبی کے ایک باؤلے پیروکار نے خدام الدین کے خلاف "الفرقان" میں ہذیان اگلنا شروع کر دیا ہے۔
خدام الدین تنقید سے بالاتر نہیں لیکن "قادیانی امت" کے یہودیوں نے مرزا آنجہانی کی نبوتِ کاذبہ کو صحیح اور قومی اسمبلی کے فیصلہ کو غلط ثابت کرنے کی جو جسارت کی ہے وہ سخت قابلِ اعتراض ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ قادیانیوں کی بدزبانی کا علاج کرے ورنہ مسلمانوں کا ردِ عمل شدید ہو گا۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جو اس دنیا میں آتا ہے جانے کے لیے آتا ہے ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آتا۔ مومن کا اصلی گھر آخرت ہے اور اسی میں اس کو راحت نصیب ہوتی ہے۔
مفتی محمد شفیع صاحب کے جواں سال عالم و فاضل صاحبزادے بھی اسی امرِ الٰہی کے تحت گزشتہ دنوں حرکتِ قلب بند ہو جانے سے اس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
مولانا موصوف اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی طرح پابندِ شریعت اور متبع سنت تھے۔ اس کے علاوہ ایک صاحبِ طرز ادیب اور شاعر بھی تھے۔ رہائش لاہور ہی میں تھی اور ادارہ اسلامیات ان کی سرپرستی اور نگرانی میں چل رہا تھا۔ آنے جانے والوں سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے اور کئی ایک دقیق دینی مسائل باتوں ہی باتوں میں سلجھا دیتے تھے۔
الغرض شابٌ نشأ فی عبادۃ اللہ تعالے کی تصویر تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔!
ادارہ خدام الدین حضرت مفتی صاحب اور دیگر رشتہ داروں اور عزیزوں کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

"اللہ اکبر"

لاہور کے ممتاز سماجی شخصیت حاجی غلام محمد المعروف "حاجی گامے" "اللہ اکبر" اسی ہفتہ اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلے گئے۔ ان کی موت پر لاہور کی "مسجدیں" مرثیہ خواں ہیں۔
حاجی صاحب مرحوم کو مسجدیں بنانے کا شوق ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ لاہور کی کم و بیش ۳۵ مساجد ان ہی کی کوششوں کی رہینِ منت ہیں۔ مسلم مسجد، مکی مسجد، مدینہ مسجد، (جامعہ مدنیہ) مسجد صحابہ کرام رض خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مسجد صحابہ کرام رض بنانے پر ان کو بڑی قیمت ادا کرنا پڑی۔ بعض بے دینوں نے ان کو قتل کیس میں شامل کروا دیا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل بے قصور تھے۔ بہرحال وہ دنیا کی چھوٹی عدالت کا فیصلہ سننے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں چلے گئے ہیں۔ "اللہ اکبر" ان کا معروف تکیہ کلام تھا اس رعایت سے لوگ انہیں "حاجی اللہ اکبر" کہتے تھے۔
"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

تبرکاتِ
مجلسِ ذکر
مرتب
اختر کاشمیری

ہدایت کے چار مینار

اہلِ قرآن، اہلِ حدیث، اہلِ فقہ اور اہلِ تصوّف

بیانِ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم
یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
زمین کی ہر چیز اللہ کی عبادت و بندگی میں مشغول ہے۔ کیونکہ یہ عبادت و بندگی ہی وہ نعمت ہے۔ جس کے ذریعے انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور محبوب بن جاتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے فاذکرونی اذکرکم۔ تم مجھے یاد کرو میں بھی تمہیں ہرگز فراموش نہیں کروں گا۔ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور دل کی ترجمان زبان ہوتی۔ لہٰذا ذکر وہی معتبر ہے جو دل کی گہرائی سے نکلے اور زبانِ گویائی سے ادا ہو۔

بر زباں تسبیح در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اگر کوئی شخص زبان سے ذکر کرتا ہے لیکن دل ساتھ نہیں دیتا تو بھی یہ عمل اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے۔ یہ کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ انشاء اللہ دل بھی زندہ اور بیدار ہو جائے گا اور سکون کی دولت سے مالا مال بھی ہو گا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر ہی سے سکونِ دل کی دولت حاصل ہوتی ہے اور اسی سے روح زندہ و تابندہ ہوتی ہے۔ اسی ذکرِ الٰہی کی برکت و عظمت سے کائنات قائم و دائم اور موجود و سلامت ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز اللہ کے ذکر و فکر میں مشغول و منہمک ہے۔
وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو ذکرِ الٰہی سے بے نیاز اور مستغنی ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر چیز کے ذکر کو سننے اور سمجھنے کی ہم صلاحیت نہیں رکھتے لیکن اللہ کے خاص بندے ذکرِ الٰہی سے دل روشن کر کے اس کا ادراک حاصل کر لیتے ہیں۔ اور ان کو پتہ چلتا ہے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ امریکہ، روس اور اسرائیل کے حکمران اللہ کے نافرمان اور باغی ہیں۔ دولت و شہرت کے باوجود اپنی ہستی سے بے خبر اور مسلمان اہل اللہ فاقہ مستی و تہی دستی کے باوجود بینا اور روشن دل ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس عبادت کی برکت سے دل زندہ و بیدار اور روح فرحت و شادمانی سے سرشار ہوتی ہے۔ قلب و نظر مطمئن اور دماغ منوّر ہو جاتے ہیں، پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ عقل و شعور میں بصیرت اور بالیدگی آتی ہے اور اللہ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے اور بندۂ مومن مسرور و مطمئن ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ اسی طرح ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے

باقی صفحہ ۲۰ پر

تحریر: عبداللطیف

استغنا

پوری دنیا پر فرمانروائی کرنے والے چار بڑے حکمرانوں میں چوتھا اور جاہ و دبدبے میں عالمی شہرت رکھنے والا پہلا شخص (مشہور زمانہ فلسفی ارسطو کا شاگرد خاص) سکندر ذوالقرنین ہے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے اپنے سے بڑے کسی شخص کو بھی دیکھا ہے کہا ہاں! میری سواری ہٹو بچو کے شور و شان سے ایک جگہ سے گزر رہی تھی کہ ایک اللہ والے کو انتہائی بے نیاز حالت میں نے دیکھا۔ سواری سے اتر کر اس کے قریب گیا اور کہا کہ میاں صاحب کچھ میرے لائق خدمت ہو تو فرمایئے۔ شاہِ اعظم کا فقرہ سن کر اس نے سر اٹھایا اور انتہائی بے نیازی سے پوچھا کون ہو تم؟ سکندرِ اعظم ہوں! اچھا تو کیا مطلب شاہ نے پھر دہرایا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو حکم کیجئے۔ فرمایا کیا نام بتایا اپنا ہو کر ... سکندرِ اعظم ہوں! اچھا تو پیچھے ہٹ کے کھڑے ہو دھوپ آنے دو! سکندر اعظم کا قول ہے کہ واللہ اس شخص کو میں نے اپنے سے بڑا پایا۔ اقلیم قلب کی جنہیں اللہ غالب الامور حکمرانی دیتا ہے۔ وہ شاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اسی طرح کا جرأت و اخلاص اور دیانت کا دوسرا واقعہ مولانا سعید احمد صاحب دہلوی کا ہے کہ ایک سکھ اور مسلمان کے درمیان زمین کے قطعہ پہ جھگڑا چل رہا تھا جب مسلمان کو یقین ہو گیا کہ سکھ مقدمہ جیت جائے گا تو راتوں رات مسلمانوں نے مل کر وہاں مسجد کھڑی کر دی۔ سکھ نے اس کے خلاف کورٹ میں رٹ کر دی کہ مسجد غیر قانونی ہے اور یہ زمین میری ہے۔ انگریز جج نے شہادت طلب کی۔ سکھ نے عدالت عالیہ سے عرض کی کہ شہادت سکھوں یا مسلمانوں سے لاؤں؟ حکم ہوا مسلمانوں سے لاؤ تو بہت اچھا! مولانا سعید احمد صاحب نے قسم کھا رکھی تھی کہ انگریز دشمنِ اسلام کی عمر بھر شکل نہ دیکھوں گا۔ مگر سکھوں اور مسلمانوں کی متفقہ رائے طے ہوئی کہ ثالث مولانا موصوف کو بنا لیا جائے۔ عدالت میں ان کی رائے پر جو فیصلہ ہو فریقین کو تسلیم ہوگا آپ نے صاف جواب دے دیا کہ میں انگریز کی شکل نہیں دیکھوں گا۔ لہذا تم کسی اور کا انتخاب کر لو۔ انگریز جج کو اس کشمکش کی اطلاع ہوئی تو مولانا کو کہلوا بھیجا کہ آپ میری شکل نہ دیکھیں مگر دو بڑے گروہ باہم دست و گریباں ہیں۔ مصالحت میں میری مدد فرمائیں۔

آپ عدالت میں تشریف لے گئے۔ اور جج کی طرف پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے اور جج کا سوال سن کر کہ مولانا مسجد مسلمانوں کی ہے یا سکھوں کی؟ حضرت نے صاف فرما دیا کہ مسجد سکھوں کی ہے۔ مسلمانوں کی جماعت پر تو گویا سکتہ طاری ہو گیا اور چیخ اٹھے کہ مولانا نے یہ کیا غضب کر دیا؟ آپ یہ الفاظ کہہ کر عدالت سے چلے آئے۔ مگر اس بیباکانہ سچائی کا یہ اثر ہوا کہ شام تک ڈیڑھ سو ہندو ... سکھ مسلمان ہو گئے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ مسجد بھی مسلمان اپنی ملکیت میں رکھ لیں ...... صرف انہیں دو واقعات کو سامنے رکھ کر دنیا کے باالاتفاق سب سے بڑے راہنما جن کے متعلق غیر مسلم اور اسلام کے حق میں متعصب ترین مورخ ڈاکٹر سویلس نے بھی لکھا ہے کہ (محمدؐ سے بڑے کسی شخص کی تاریخ نے ہمیں اطلاع نہیں دی ہے کے اس فرمان کی فلاسفی ہمیں سمجھ آسکتی ہے کہ تمام دانائیوں کی اصل یہ ہے کہ تو اپنے رب کو پہچان لے یعنی ہر شے کے حصول کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ ہر چیز کی طلب سے دست بردار ہو جا تاکہ تجھے دنیا کی ہر شے سے نوازا جائے۔ صحابہ رضؓ کی زندگی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مقصدِ حیات یہی صداقت تھا وہ دنیا میں اس شان سے رہے کہ جب تک رہے غالب رہے۔

آپ کی آراء اور ہمارا عمل

خدام الدین کی ترتیب و تزئین کے بارے میں ہمیں آپ کی آراء کی ضرورت ہے۔ آپ بتائیں کہ اس میں کیا خامیاں ہیں تاکہ ہم انہیں آپ کی منشاء کے مطابق درست کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں تاکہ ہم انہیں مزید بڑھانے کی کوشش کریں۔ آپ کی آراء اور ہمارا عمل انشاء اللہ خدام الدین کو معیاری بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ (مدیر معاون)

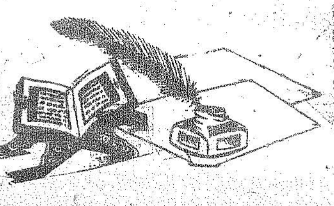
پاکستان کے مسلمانوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ایک تاریخ ساز فیصلہ کیا ہے!

قاری محمد طیب (مدظلہ) مہتمم دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند تقسیم ملک سے برس ہا برس پہلے بالاتفاق علماء برصغیر ختم نبوت کے بنیادی اور قطعی اسلامی عقیدے سے انکار پر قادیانی فرقہ کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے چکا ہے۔ انگریز کے پیدا کردہ اس جھوٹے نبی اور اس کے ذریعہ مذہب حق اسلام کے برخلاف مذہبی رنگ کی اس ذلیل ترین اور خطرناک بین الاقوامی سازش کا آج بحمد اللہ دنیائے اسلام نے طویل مہلت اصلاح دینے کے بعد پردہ چاک کر دیا ہے۔ اور ممالک اسلامیہ کی ۲۲ اسلامی تنظیموں کے سربراہوں کی کانفرنس (منعقدہ اپریل ۱۹۷۴ء جدہ) نے بالاتفاق یہ صحیح ترین اور تاریخی اعلان کیا کہ قادیانی فرقہ غیر مشروط طریقہ پر خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کی ختم نبوت کو نہ ماننے اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ عالم اسلام کے اس متفقہ اور تاریخی اعلان حق نے اہل حق کو نہ صرف قوت بخشی ہے بلکہ قادیانیوں کے مرتد ہونے کے بارے میں قرآن و حدیث پر مبنی اہل حق کے دینی مؤقف کو عظیم مضبوطی عطا کی ہے۔ عالم اسلام کے اس متفقہ فیصلے کے بعد پاکستان کے علمائے حق اور عامۃ المسلمین مستحق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے قادیانی فرقہ کے ارتداد کے بارے میں اپنے اور تمام مسلمانان عالم کے مؤقف حق کی حکومتی سطح پر تائید و توثیق حاصل کرنے میں پہل کی ہے۔ توقع ہے کہ دیگر ممالک اسلامیہ کے علماء و عامۃ المسلمین بھی فتنہ قادیانیت کے بالکلیہ انسداد کو اسلامی جمعیت کے تحت ہر ممکن تقویت و تائید پہنچانے میں دریغ نہ کر کے عند اللہ ماجور اور عند المسلمین مشکور ہوں گے۔

بلاشبہ عالم اسلام کا یہ فیصلہ اور اس کی تائید و توثیق قادیانی فرقہ کی تلبیس کاریوں سے مسلمانان عالم کو بچانے کا ایک اہم ترین ذریعہ ثابت ہوگا۔ اس لیے عموماً تمام علماء اور مسلمانان ہند و پاک اور خصوصاً علماء دیوبند اسلام کے تحفظ کے اس بین الاقوامی فیصلہ کرنے والوں کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اس آخری دین کو زیادہ سے زیادہ غیبی نصرت و تائید مرحمت فرمائے۔ آمین!

تاریخی ڈائری



اختر کاشمیری

چیف جسٹس کے فرائض

خلفاءِ اسلام قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) ایسے آدمی کو منتخب کرتے تھے جو علم و عمل، فہم و فراست اور زہد و تقوے کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوتا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مطیعؒ نے ۳۶۳ھ میں جب ابوالحسن محمدؐ بن ام شیبان ہاشمی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا تو منجملہ دیگر شرائط کے حسب ذیل شرائط اور ذمہ داریاں بطورِ خاص لکھوائیں:

۱۔ خلافِ شریعت کوئی کام نہیں کریں گے (۲) خلافِ شریعت کوئی سفارش نہیں کریں گے (۳) خلعت و تحائف قبول نہیں کریں گے (۴) فرائض کی انجام دہی کی تنخواہ نہیں لیں گے اور ان کے پیش کار منشی ۳۰۰، دربان کی ۱۵۰، تعمیل کنندہ کی ۱۰۰ اور خزانچی کی تنخواہ ۷۰۰ ماہوار ہوگی اور خلیفہ نے قاضی القضاۃ کے تقرر کے وقت حسب ذیل ہدایات جاری کیں:

"اس تحریر کے ذریعہ آپ کا خدمت قضاعت پر تقرر کیا جاتا ہے۔ مدینۃ السلام، منصورہ، مشرقی و مغربی شہر کوفہ، دریائے فرات سے سیراب ہونے والے مقامات، واسط، کرخ، مقامات تحت، فرات و دجلہ، خراسان، حلوان، خزمی سیبین، ربیعہ، دیار بکر، موصل، حرمین، دمشق، حمص، جند قنسرین، عدن، مصر اور اس کے ذیلی علاقے، اسکندریہ، فلسطین، اردن، کوفہ اور دریائے فرات سے سیراب ہونے والا علاقہ اور وہ علاقہ جو عباسیوں کے تسلط میں ہے۔ ان تمام مقامات کے گورنر و حکام، امراء اور قاضیوں کے کے حالات معلوم کریں۔ اور مملکت کے چپہ چپہ کے حالات سے باخبر رہیں۔ ان کے اجراء کار کی نگرانی کرتے ہوئے مفید مشورے دیں۔ ان کی ہر طرح رہنمائی کریں اور بوقتِ ضرورت ان کی بے اعتدالیوں پر سرزنش کریں اور اس طرح کام لیں کہ برائیاں دور ہوں اور سب میں خوبیاں اور اچھائیاں جلوہ گر نظر آئیں اور عام و خاص آرام اور سکون سے زندگی بسر کر سکیں اور رعایا پر شفقت و مہربانی کی جاتی رہے۔

آپ ایسے اشخاص کا تقرر کر سکیں گے جو عالم اور شب زندہ دار عابد ہوں اور جن کی وضع قطع اور صورت و سیرت سے شرافت، پاکدامنی، امانت، دیانت، تقویٰ، پرہیزگاری، دانشمندی و صلاحیت، اور بردباری ٹپکتی ہو۔ گندگی اور میلے کچیلے لباس پہننے سے احتراز کریں۔ سفید پوش، خوش اخلاق، اور پاک دل ہوں۔ حالاتِ دنیا سے بے خبر اور فکر عقبیٰ سے بے نیاز نہ ہوں، خوفِ الٰہی سے سرنگوں اور امر بالمعروف کے عامل ہوں، احکامِ الٰہی پہ کاربند اور اس کے مطابق لوگوں کی رہبری اور رہنمائی کرنے والے ہوں، سنتِ نبویؐ کے عامل اور قرآن کے سمجھنے والے ہوں، خلفاءِ راشدین کے پیرو اور ائمہ کرام کی اتباع کرنے والے ہوں۔ جب کوئی مسئلہ قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے نہ مل سکے تو علم کے لحاظ سے اجتہاد کر سکتے ہوں۔ فریقین کے درمیان ہر حالت میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کام کریں، دونوں فریقین کو برابر سمجھیں اور اور کسی کی بے جا حمایت و طرفداری نہ کریں، کسی سے رُو رعایت نہ کریں اور ہر طرح کے کام خود انجام دیں، سادگی اور نرمی اختیار کریں تاکہ

(باقی ص ۲۲ پر)

قسط ۲

ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

قاضی محمد یونس انور خطیب مسجد شہداء، لاہور

جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہؓ نماز کے بعد جہراً تکبیر کہتے تھے جیسے ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ ان کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب تک تعلیم دینی مقصود تھی جب وہ مقصد پورا ہو گیا تو پھر منع فرما دیا جیسا کہ صحیحین کی روایت اربعوا علیٰ انفسکم سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ کتاب المدخل لابن الحاجؒ مالکی میں ہے:۔

اما ما رواہ ابن الزبیرؓ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلّم من صلوٰتہ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ۔ الحدیث وما روی البخاری عن ابن عباسؓ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالجواب من وجہین احدھما ما ذکرہ الامام الشافعیؒ فی الام حیث قال واختار الامام والماموم ان یذکران اللہ بعد الانصراف من الصلوٰۃ ویخفیان الذکر الا ان یکون اماماً یجب ان یتعلّم منہ فیجہر حتیٰ یریٰ انّہٗ قد تعلم منہ ثم یسّر فان اللہ یقول ولا تجہر بصلوٰتک ولا تخافت بہا (یعنی بالدّعاء) ولا تجہر لا ترفع ولا تخافت حتیٰ لا تسمع نفسک۔ واحسب ما روی ابن الزبیر من تہلیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما رواہ ابن عباسؓ من تکبیرہ کما رویناہ انما جہر قلیلاً لیتعلم الناس منہ۔ و ذالک لانّ عامۃ الروایات التی کتبناھا لیس یذکر فیہا بعد التسلیم ولا تکبیراً انتہیٰ کلامہ بلفظہ فہذا الامام الشافعیؒ حمل ذالک علیٰ سبیل التعلیم فان حصل التعلیم امسک۔

جو روایت کہ ابن زبیرؓ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ الخ پڑھتے تھے۔ یا جو بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگ بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ تو ان کا جواب دو طرح سے ہے۔ ایک تو امام شافعیؒ نے اپنی تصنیف کتاب الام میں ذکر کیا ہے۔

کہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ امام اور مقتدی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکر کریں اور آہستہ ذکر کریں ہاں! البتہ جب امام کو تعلیم کی ضرورت پڑے تو جہر کرے اور جب دیکھ لے کہ سیکھ لیا ہے تو پھر آہستہ کرے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نہ جہر کر اپنی دعا میں اور نہ بہت اخفا کر دعا میں۔ کہ تیرا نفس دعا کو سن ہی نہ سکے اور میں گمان کرتا ہوں کہ جو ابن زبیرؓ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لا الٰہ الا اللہ پڑھنا روایت کیا ہے یا ابن عباسؓ نے تکبیر پڑھنا روایت کیا ہے تو یہ تھوڑی مدّت کے لیے بآواز بلند پڑھا گیا تاکہ لوگ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سیکھ لیں۔ یہ اس لیے کہ عموماً دوسری روایتیں جو ہم نے لکھی ہیں اُن میں سلام کے بعد تکبیر وغیرہ کا ذکر نہیں۔ الغرض امام شافعیؒ نے ان روایتوں کو تعلیم پر محمول کیا ہے جب تعلیم حاصل ہو گئی تو رُک گئے۔

الجواب الثانی ما ذکرہ ابوالحسن ابن بطالؒ فی شرح صحیح البخاری لما ان تکلم علیٰ حدیث ابن عباسؓ قال یحتمل ان یکون

ارادبه المجاهدين فان كان كذالك فهو
الى الآن وعليه العمل وهو ان المجاهدين
اذا صلّوا الخمس فيستحب لهم ان يكبروا
جهراً يرفعون اصواتهم ليرهبوا العدو فان
لم يحمل على ذالك فيكون منسوخا بالاجماع
لانه لا يعلم احد من العلماء يقول به - انتہی

اور دوسرا جواب یہ ہے جو ابن بطالؒ نے شرح
بخاری میں ذکر کیا ہے - جب ابن عباسؓ والی روایت
پر کلام کیا تو فرمایا کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے
مراد مجاہدین ہوں - سو اگر یہ بات ہے تو یہ حکم
اب تک باقی ہے اور معمول بہ ہے یعنی جب مجاہدین
پنجوقتی نماز پڑھیں تو ان کے لیے مستحب ہے کہ بلند
آواز سے تکبیر پڑھیں تاکہ دشمن کو ڈرائیں اگر مجاہدین
کی نماز پر حمل نہ کیا جائے تو پھر یہ حکم جہر والا بالاتفاق
منسوخ ہوگا - کیونکہ علماء امت میں سے کوئی بھی ایسا
معلوم نہیں ہوتا کہ جو جہر بالذکر کا قائل ہو -

نیز اسی کتاب المدخل میں دوسرے مقام پر ہے :
وليحذروا جميعاً من الجهر بالذكر والدعاء
عند الفراغ من الصلوٰة ان كان فى جماعة فانّ
ذالك من البدع - انتہی

یعنی باجماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد
سب کو جہراً ذکر اور دعا کرنے سے بچنا چاہیئے -
کیونکہ یہ بدعت ہے -

اور نصاب الاحتساب میں ہے :-
اذا كبروا على اثر الصلوٰة جهراً يكره وانه
بدعة يعنى سوى ايّام التّشريق - انتہی -

یعنی ایام تشریق کے علاوہ اگر نماز کے بعد جہراً
تکبیر کہی جائے تو مکروہ ہوگی - اور بدعت بھی ہوگی -

ایسے ہی محدث ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہؓ کی
روایت نقل کی ہے :

قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
افضل الذكر الخفى الذى لا يسمعه الحفظة سبعون
ضعفا اذا كان يوم القيامة جمع الله الخلائق
لحسابهم وجاءت الحفظة بما حفظوا وكتبوا
قال لهم انظروا هل بقى لنا من شيئ
فيقولون ما تركنا شيئاً مما علمناه وحفظناه
الا وقد احصيناه وكتبناه فيقول الله ان
لك عندى حسنا لا تعلم وانما اجزيك
به وهو الذكر الخفى - (الحديث)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ذکر خفی
(یعنی آہستہ ذکر) کا جس کو ملائکہ محافظین بھی نہیں
سن سکیں ستّر گنا زیادہ درجہ ہے - قیامت کے دن
حق تعالےٰ مخلوق کو حساب کے لیے جمع فرمائیں گے
اور ملائکہ محافظین نے بھی جو جمع کیا ہے اور لکھا
ہے وہ حاضر کریں گے - ارشاد باری ہوگا دیکھو تو بھی
اس کے اعمال میں سے کچھ باقی ہے - وہ کہیں گے کہ
ہم نے جو معلوم کیا یا یاد کیا اس میں سے کچھ
باقی نہیں چھوڑا بلکہ سب کچھ سمیٹ لیا ہے اور لکھ
لیا ہے - اس وقت حق تعالےٰ ارشاد فرمائیں گے اے
بندے ! میرے ہاں تمہاری ایسی نیکی ہے جو تو نہیں
جانتا - اور میں اس کی جزا دیتا ہوں وہ عمل ذکر خفی
ہے یعنی آہستہ ذکر کرنا -

اس روایت کو نقل کرکے ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں :
وهو المراد بقوله صلى الله عليه وسلم الذكر
الخفى خير من الذكر الجلى - (مرقاة ج ۵ ص ۵۵)

یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد سے کہ آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے اونچا ذکر
کرنے سے -

قرآن وحدیث اور آئمہ کرامؒ سے جو کچھ نقل کیا
جا چکا ہے ایک عقل سلیم رکھنے والے کے لیے یہی
کافی ہے - کیونکہ مسلمان خدا و مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ
وسلم) کا فرمان سن کر جھک جاتا ہے چہ جائیکہ ضد و
عناد سے خلاف شرع کام پر ڈٹا رہے - اب چنداں
ضرورت تو نہیں رہی تاہم مزید وضاحت اور
اطمینان قلب کے لیے کچھ اور روایات و اقوال
نقل کیے جاتے ہیں :

صاحب مشکوٰۃ نے ترمذی شریف سے ابو ہریرہؓ
کی روایت نقل کی ہے کہ قیامت نشانیوں میں ایک

نشانی یہ بھی ہے کہ مسجدوں میں آوازیں بلند اور ظاہر ہوں گی۔ روایت ملاحظہ ہو:۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتُّخِذَ الفیٔ دُوَلاً والامانۃ مغنماً والزکوٰۃ مغرماً وتُعُلِّمَ لغیر الدین، واطاع الرجل امرأتہ وعقّ امہ وادنیٰ صدیقہ واقصیٰ اباہ، وظھرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقھم الحدیث۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۰ باب اشراط الساعۃ) (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جب مالِ غنیمت کو ملکیت سمجھا جائے اور امانت کو غنیمت تصور کیا جائے اور زکوٰۃ تاوان نظر آئے اور دینی مقصد کے بغیر علم پڑھا جائے اور مرد اپنی عورت کا تابع ہو جائے اور ماں کا نافرمان ہو جائے اور دوست کو قریب لائے اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اور قبیلہ کا سردار ان میں سے فاسق بن جائے ـــــ تو پھر انتظار کرو سرخ آندھیوں کا اور زلزلوں کا اور زمین میں دھنس جانے کا اور صورتیں بگڑنے کا اور پتھروں کی بارش کا۔ اور ایسے نشانات متواترہ ظاہر ہوں گے جیسے ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے پے درپے دانے گرتے ہیں۔

اس روایت کو نقل کرتے ہوئے حضرت علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:۔

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام۔

(مرقات ج ۵ ص ۱۵۲ وعلی حاشیہ المشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۰)

ہمارے بعض علماء نے صراحت سے یہ حکم بیان کیا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو حرام ہے۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے صحابہ کرامؓ کی سادہ اور سنت کے مطابق زندگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے (اقلھا تکلفا) کی شرح میں یہ بھی لکھا ہے:

ولا یتحلقون للاذکار والصلوات برفع الصوت فی المساجد ولا فی بیوتھم (مرقات)

وہ مسجدوں اور گھروں میں بلند آواز سے ذکر و درود شریف پڑھنے کے لیے کوئی حلقہ نہ قائم کرتے تھے۔

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر بالجہر کرنے والوں کو منع فرمایا نیز مسجد میں آواز بلند کرنے کو قیامت کی نشانی اور عذاب الٰہی نازل ہونے کا سبب بتایا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ضرور ذکر بالجہر پر صحابہ کرامؓ کا عمل ہوتا اور فقہاء و ائمہ کرام اس کے غیر مستحب ہونے کا فتوےٰ ہرگز نہ صادر فرماتے۔ امام ابوحنیفہؒ ذکر بالجہر کو بدعت ہرگز نہ کہتے، ملا علی قاریؒ ہرگز حرام نہ کہتے اگر بلند آواز سے ذکر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس سعادت سے کیوں نہ فیضیاب ہوتے؟ امام اعظم ابوحنیفہؒ حضورؐ کی مخالفت میں ذکر بالجہر کے بدعت ہونے کا فتوےٰ کیوں دیتے؟ اور حضرت ملا علی قاری بلند آواز سے ذکر کرنے کو حرام کہنے کی جسارت کیوں کرتے؟ کیا صحابہؓ آنحضرتؐ کے قول و فعل مخالف تھے؟ کیا امام ابوحنیفہؒ اور باقی فقہاء کرام متبع سنت نہ تھے؟ یقیناً تھے اور انہوں نے حضورؐ کے فرمان کا منشا سمجھا تھا کہ ذکر بالجہر دائمی عمل نہ تھا بلکہ ابتداءً تعلیمی مصلحت کے لیے ایسا کیا گیا تھا۔ جب مقصد حل ہو گیا پھر منع فرما دیا گیا جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت نقل کی جا چکی ہے۔ یہی بات قرین قیاس و انصاف ہے ورنہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ذکر بالجہر اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو یہ کہتے ہوئے مسجد سے نہ نکال دیتے کہ تم نے صحابہؓ کی موجودگی میں تاریک بدعت ایجاد کی ہے۔ (باقی آئندہ)

افاداتِ رشیدیہ

از

مولانا سعید احمد پالن پوری

استاذ دار العلوم دیوبند

قطب الارشاد، فقیہ امت، رأس المحدثین سیدنا و مولانا رشید احمد قدس سرہٗ گنگوہی (۱۲۴۴ھ، ۱۳۲۳ھ)

گائے کی قربانی کا ثبوت

بقر (گائے) کی قربانی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کھانا بھی ثابت ہوتا ہے، باقی اس سے مرض ہونا دوسری بات ہے۔ بہت سی اشیاء ہیں کہ حلال ہیں اور خلط فاسد ان سے پیدا ہوتی ہے۔ فقط (ص ۹۷)

گوشت خوری کی کثرت

کثرت گوشت سے دل کو سختی ہوتی ہے۔ لہٰذا مشائخ کثرت کو مناسب نہیں جانا۔ گو مباح ہے ہفتہ میں دو تین بار گوشت کھائے، باقی دو تین روز دال وغیرہ کھائے۔ سو یہ مسئلہ اہل ریاضت کا ہے اباحت میں اس کو دخل نہیں۔ فقط (ص ۹۷)

اشراق اور چاشت کا وقت اور تعداد رکعات

اشراق کا وقت جب دس پندرہ منٹ دن نکل آئے ہو جاتا ہے اور جب تین گھنٹہ دن چڑھا چاشت کا وقت ہو گیا۔ اشراق کی دو رکعت یا چار رکعت ہیں۔ چاشت دو رکعت سے بارہ تک ہیں، کوئی سورۃ خاص نہیں۔ فقط (ص ۹۹)

❊ ❊ ❊

توکّل کے معنیٰ

توکّل یہ ہے کہ جو کچھ آدمی کے ہاتھ میں ہے اس پر چنداں بھروسہ نہ ہووے جس قدر بھروسہ حق تعالےٰ کی رزاقی پر ہووے اور ترکِ کسب کو "توکّل" نہیں کہتے، کسب کرے اور اعتماد کسب پر بالکل نہ ہووے حق تعالےٰ پر اعتماد رہے۔ (ص ۹۹)

مکّہ شریف میں گناہ

گناہ مکّہ کا بہ نسبت اور جگہ کے شدید (بھاری) ہے (نماز کی طرح) لاکھ گنا نہیں مگر بہت شدید ہے۔ (ص ۹۹)

غیر معلّم کتّے کا پکڑا ہوا جانور

کلب غیر معلّم اگر جانور پکڑے اور ذبح ہو جاوے حلال ہے۔ (ص ۱۰۰)

ایک تفسیری نکتہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سورۃ المنافقون کی پہلی آیت کے متعلق ایک سوال پیش کیا گیا۔ آیت یہ ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۗ وَاللّٰهُ

يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ "واللہ یعلم انک لرسولہ" جملہ معترضہ کیوں بڑھایا گیا؟ وجہ کیا ہے؟ حضرت قدس سرہٗ نے جواب ارقام فرمایا:

قول منافقین نشہد انک لرسول اللہ تین امر پر دال ہے:

ایک "انک لرسول اللہ" کہ صادق ہونا رسالت کا اور مطابق واقع کے ہونا ہے۔

دوسرے یہ کہ ہم بھی دل سے آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ شہادت وہی ہوتی ہے کہ علم اس کا قطعی، قلب میں ہو، تردد نہ ہو۔ اور اس کو مطابق واقع بھی جانے ورنہ وہ شہادت کاذبہ ہوتی ہے۔

پس اس جملے سے اپنا علم بلا تردد رسالت کا اور مطابق واقع کے ہونا تو ظاہر و یقینی ہے۔

اور تیسرے یہ کہ ہم مومن صادق ہیں، منافق نہیں، یہ لازم معنیً ہے کیونکہ آپ کی رسالت کی تصدیق ہی ایمان ہے۔

پس اگر حق تعالیٰ اس جملہ کے بعد فرماتے۔ واللہ یشہد انہم لکاذبون۔ تو ہر سہ مضمون جملہ سابقہ کی تکذیب لازم آتی۔ کیونکہ ہر گاہ وہ اپنے قول میں کاذب ہوئے اور کسی مضمون کا استثناء نہ ہوا تو جملہ سابقہ کے سب مضامین خلاف واقع ہوئے اور وہ کذاب مطلق ہوتے۔ لہٰذا ہر سہ مضامین کا کذب ہونا بادی الرائے میں مفہوم ہوتا ہے۔ پس اہلِ اسلام کو تردد ہوتا کہ یہ جملہ تو رسالت کو ہی رفع کرتا ہے، کفار کو اعتراض کی گنجائش ہوتی اہل اسلام محتاج تاویل اور دوسری آیات سے جواب دینے کے محتاج ہوتے، کفار تعارض کا اعتراض کرتے لہٰذا حق تعالیٰ نے اس جملہ سے "واللہ یعلم انک لرسولہ" آپ کے رسول ہونے کا جو کہ امر اول ہے، اثبات فرما دیا، کہ رسالت تیری واقعی اور صادق ہے اور اس قدر قول منافقین کا صادق ہے مگر دو امر کہ منافقین کو یقین رسالت ہے، اور وہ مومن ہیں، یہ کاذب ہے اور فصیح بلیغ کلام وہ ہی ہے کہ شبہات اپنے آپ ہی رفع کر دیوے۔ نہ یہ کہ دوسرے کلام پر حوالہ فرما دے۔ پس لطف اعتراض اس جملہ کا خود واضح ہے۔ (ص۱۰۱)

یادداشت، حضور، احسان، نسبت معتبرہ اور ذکر قلبی کا مفہوم

وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو مالک معبود کے جانے اور شرم و حیا طاری ہو جائے اس کا نام "حضور" اور "یادداشت" ہے، اسی کو لسان شرع میں "احسان" کہتے ہیں اور یہی "نسبت معتبرہ" ہے کہ مسلسل چلی آتی ہے۔ جب اس کا ملکہ خوب ہو جائے تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین کے بناتی ہے، اور اس کا ہی نام ذکر "ذکر قلبی" ہے۔ اور اس سے پہلے سب مقدمات اس کے ہیں۔ (ص۹۵)

ہستی مطلق کو ہر دم خیال میں پرورش کرنا، اور بلا کیفیت حاضر و موجود جان کر، حیا و شرم کے ساتھ بندہ، مطیع رہنا مقصد اصلی ہے، اور یہی "احسان" ہے باقی زوائد۔ (ص۲)

ذکر قلبی ہی مقصود ہے

ذکر اصل میں تذکر قلب ہے۔ سو جب ذکر قلبی حاصل ہوا، اب زبان کی ضرورت نہیں خصوصاً جب ذکر جہر سے دل گھبراوے اس وقت ذکر زبانی کا ترک کرنا ضرور ہے۔ جس ذکر میں دل کو سرور ہو اس کو کرنا چاہیے۔ مثلاً تسبیح، تہلیل، تحمید میں یا تفکر میں، یا شکر میں یا جس پیرایہ میں "حضور" حاصل ہوئے اس پر ہی قناعت کرو۔ اصل

سب کا "حضور" ہے اور بس (ص۱)

نسبت اور حصول نسبت

نسبت لغت میں دو شے کے ارتباط کا نام ہے۔ طرفین میں جو علاقہ ہے وہ نسبت ہے اور جو دنیا میں مخلوق ہے اس کو اپنے خالق تعالےٰ شانہ کے ساتھ ربط ہے، وہ ربط کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

جس قدر اسماء، صفات اور تنزول رحمت ہے اسی قدر نسبات ہیں۔ مثلاً خالق مخلوق میں نسبت خلق ہے رازق مرزوق میں نسبت رزق ہے۔ رحیم مرحوم میں نسبتِ رحمت ہے، علیٰ ہذا (القیاس)

پس نسبت سے واقع اور نفس الامر میں کوئی خالی نہیں (اور) کیونکہ (خالی) ہو سکے کہ خلو محال ہے اور اس (نسبت) کا علم سرسری جس کو نفس علم کہہ سکیں سب ذوی العقول کو حاصل ہے، ورنہ ایمان ہی نہ رہے، وہ کون مومن خالی ہووے گا کہ حق تعالیٰ کو خالق، رازق موجود نہ جانے گا؟ بلکہ کفار کو بھی علم ناتمام غیر معتبر اس امر کا حاصل ہے کہ اصل فطرت ہے۔

پس اب دیکھو کہ مشائخ نے کس شے کا نام "نسبت" رکھا (ہے)؟ اسی ہی شے کو وہ "نسبت" کہتے ہیں جو لغت میں نسبت ہے، وہ وہی شے ہے جو واقعی سب عباد سے حاصل ہے وہ وہی امر ہے کہ سب عباد۔ اس کو جانتے ہیں لیکن حصول نسبت یہ ہے کہ علم یقین حاصل ہو کہ مؤثر ہو جائے اور "حضور" کا درجہ ہو جائے۔

پس اب ضرور ہے کہ صاحب اس مقام حضور کو یہ بھی یقین بڑھ جاوے گا کہ یہ امر جو سالہا سال میں مجھ کو حاصل ہوا (ہے) کوئی شے حاصل (یعنی جدید) نہیں (ہے) کہ (یعنی کیونکہ) سب خلق میں یہ موجود ہے۔ اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ بعد جد و جہد کے وہی امر صاف ہو (جو) کہ اول فطرت سے آج تک اس میں رکھا تھا خارج سے کوئی شے کسی کو کاہے (یعنی کبھی بھی) حاصل نہیں ہوتی، نہ ہووے (یعنی نہ ہو سکتی ہے) کسی نے فولاد میں جوہر داخل کر دیے ہیں؟ بلکہ فطرتی ہیں۔ کس نے خام آہن میں جوہر داخل کیا؟ ہرگز نہیں! اگر کہیں مشاہدہ ہو تو عارضی امر ہوویگا۔

"غرض "نسبت" اندر سے سالک کے نکلی اور ہر روز اس کو اپنے اندر جانتا تھا اور سب کے اندر اس کے ہونے کا علم تھا۔ اب جو اس کو تشخیص و تعیین سے بعلم یقین پایا تو دوسروں کے اندر ہونے کا یقین بھی بڑھ گیا گو اس دوسرے کو یقین بلکہ علم بھی نہ ہو۔

(مثلاً) اگر کسی کے گھر میں خزانہ مدفون ہو، اور اجداد سے مسموع (سنا گیا) ہو کہ اس گھر میں خزانہ ہے اور تحصیل نہ ہو اور بعد مشقتِ بسیار اس کو مل گیا، تو پہلے علم سرسری تھا، اب یقین ہو گیا اور دوسروں کے گھروں میں بھی خزانہ ہونے کا جو مسموع ہو کر علم تھا اب یقین بڑھ جاوے گا کہ بے شک ہے مگر علم یقین میں یہ شخص ان اشخاص کے برابر نہ ہووے گا اور نہ غنا میں مساوی، بلکہ یہ غنی اور واجد اور صاحب یقین (ہے) اور دیگر (اشخاص) محتاج، فاقد (اور) صاحب ظن (ہیں) بلکہ شک (میں ہیں) ع

بہ بیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

پس بعد اس کے اب فرقِ مراتب عوام و خواص، باعتبار اس قوتِ عمل کے ہوا کہ خاص کا ایک مُدّ (دو رطل) عوام کے جبل احد کے برابر ہوا، کما فی الحدیث (مشکوٰۃ، ص۵۵۳ باب مناقب الصحابہ) پس قلیل عبادت اس خاص کی حسب یقین کثیر، عوام سے غالب ہووے گی بشہادتِ حدیث (مذکور) (ص۴۱، ص۴۲)

سودی قرض لے کر حج کرنا

اگر روپیہ قرض سودی لے کر حج کر آوے تو اگرچہ سود دینے کا گناہ ہوویگا مگر حج فرض ادا ہو جاویگا۔ (ص۹۶،۹۵)

مشرکہ کے ساتھ زنا سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوگی

جس مرد نے مشرک عورت اور اس کی دختر (بیٹی)

شہادۃ اور ماتم

محمود عارف ۔ لاہور

شہادت شہادت وہ اعلےٰ ترین منصب اور وہ بلند ترین مقام ہے کہ جس کی تمنا بڑے سے بڑے نبی کے دل میں مچلتی رہی۔

بخاری شریف کی روایت ہے۔

"ولوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل او کما قال"

اور البتہ میں چاہتا ہوں کہ میں خدا کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں

اور حقیقت یہ ہے کہ وہ دل، دل ہی نہیں جس میں یہ تمنا نہیں جاگتی، وہ سوچ، سوچ ہی نہیں،

جس میں اس آرزو نے ہلچل نہیں مچائی۔ وہ دماغ، دماغ ہی نہیں جس میں اس موج نے طوفان بپا نہیں کیا۔ وہ مومن کیسا جسے اس آرزو سے کوئی لگاؤ اور کوئی انس نہ ہو۔ وہ مسلمان کس بات کا؟ جسے اس بازار کی اس جنس گراں مایہ کی خریداری کا عشق نہیں۔ وہ عاشق کس بات کا ہے جسے اپنے سر کا نذرانہ بارگاہِ ایزدی میں پیش کرنے کا یارا نہیں

مولانا محمد علی جوہرؔ نے سچ ہی تو کہا ہے ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مذہب شہادت اور ایسا آخر کیوں نہ ہو۔ جب شہادت مقام ہی ایسا بلند ہے کہ اس سے بالاترین منصب کسب و اجتہاد سے حاصل ہی نہیں کیا جا سکتا۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون اور مت کہو انہیں جو خدا کے راستے میں قتل کئے گئے، مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

سورہ آل عمران میں اس سے بھی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں شہادت کی تعیین کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتًا بل احیاءٌ عند ربہم یرزقون۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم من مات ولم یغز ولم یحدث بہ نفسہٗ مات علیٰ شعبۃٍ من النفاق رواہ مسلم والمشکوٰۃ۔

"اور مت سمجھو انہیں جو خدا کے راستے میں قتل کئے گئے مردے بلکہ وہ زندہ ہیں خدا کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں"۔

سبحان اللہ۔ اس مقدس گروہ کا کیا مقام ہے کہ انہیں مردہ کہنا تو دور کی بات مردہ سمجھنا، اور گمان کرنا بھی درست نہیں

اگر دنیا میں کہیں "آب حیات" مل سکتا ہے وہ یہی "جام شہادت" ہے جو راہِ خداوندی میں نوش کیا جاتا ہے۔

سورۃ نساء میں اس طرح ذکر کیا گیا۔

"ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین"

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرے گا، بس یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر خدا تعالےٰ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔

اس سے زیادہ فضیلت کی بات کیا ہوگی۔ کہ خود انہیں کامیابی اور فوز و فلاح کا ایک معیار قرار دے دیا۔ اور انبیاء اور صدیقین کی معیت و اقامت کی خوشخبری سنائی گئی۔

احادیث احادیث طیبہ تو شہادت کی فضیلت کے عنوانات سے پر ہیں۔ ایک نہیں۔ سینکڑوں احادیث کتب حدیث میں مذہب شہادت کی تفصیل کے لئے موجود ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں

وہ خون جو شہید کے بدن سے بہتا ہے۔ دیکھئے قبولیت کا کیا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ عن ابی امامۃ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم، لیس منی آحبّ الی اللّٰہ من قطرتین، قطرۃ دموعٍ من خشیۃ اللّٰہ وقطرۃ دمٍ یھراق فی سبیل اللّٰہ

(رواہ الترمذی)

ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلعم نے ارشاد فرمایا۔

کہ کوئی قطرہ نہیں، جو دو قطروں سے زیادہ حق تعالیٰ کو محبوب ہو ایک وہ قطرہ جو خوف خداوندی کی وجہ سے آنکھ سے ٹپک پڑے اور دوسرا وہ قطرہ جو خدا کے راستے میں بہایا جائے۔

(ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ باب الجہاد)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلعم نے ارشاد فرمایا۔

"کہ جنت میں سو درجے ہیں جو حق تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللّٰہ کے لئے تیار کئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک درجے کا فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان۔ اور زمین کا باہمی فاصلہ۔" (رواہ البخاری)

بخاری ہی کی ایک، دوسری روایت بھی سن لیجئے۔

"عن ابی عبس قال قال رسول اللّٰہ صلعم ما اغبرت قدما عبدٍ فی سبیل اللّٰہ۔ فتمسّہ النار"

جس شخص کے قدم راہ خداوندی میں (جہاد میں) گرد آلود ہو جائیں۔ اسے آگ نہیں چھو سکتی۔

ابن مسعود کی روایت ہے مسلم شریف میں۔ کہ

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر و تفریح کرتی رہتی ہیں۔ الخ

الغرض روایات کا ایک کثیر حصہ ہے جس میں مذہب "شہادت" اور مقام شہادت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور خود سرور کائنات صلعم کی اپنی ذاتی تمنائے شہادت بھی۔ کئی احادیث میں مذکور ہے۔

اور پھر ہماری بزم "کے کتنے ہی میر کارواں" ہیں جو فزت ورب الکعبہ کے نعرہ لگاتے ہوئے۔ آبحیات کا یہ شیریں جام نوش کر کے زندہ و جاوید بن گئے۔

ان میں عمر فاروقؓ جیسا شجاع، اور مدبّر بھی ہے۔ عثمانؓ ابن عفان جیسا سخی جوانمرد بھی، ان میں علی مرتضیٰؓ جیسا حکیم و دانا۔ اور بے نظیر بہادر بھی شامل ہے اور حسین ابن علی جیسا۔ عابد و زاہد بھی۔ سید الشہداء حمزہؓ ابن العبد المطلب بھی۔ اسی مقدس گروہ کے کارکن مصعب ابن عمیرؓ جیسا باخدا شخص بھی۔ ان میں طلحہ و زبیر جیسی نادرہ روزگار شخصیتیں بھی شامل ہیں اور عبداللّٰہ ابن زبیر جیسا جری اور جوانمرد بھی۔ اسی مقدس گروہ میں حسین ابن علی جیسا یکتائے روزگار بھی شامل ہے اور مسلم ابن عقیل سا بے مثال بہادر بھی۔

الغرض کتنے ہی ستارے ہیں۔ جو اس آسمان کی وسعتوں میں اپنی جگمگاہٹ سے، ایک دنیا کو خیرہ کئے ہوئے ہیں۔ کتنے ہی پھول ہیں جو اس وادی کی زیب و زینت کا باعث ہیں۔ جنہوں نے یہ مشعلیں اپنے ہی خون سے، حنائی تیل سے جلائیں۔ اپنا لہو بھی اسلام کی آبیاری میں بہا ڈالا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

وہ نقوش جن سے آج دنیا جینے کے ڈھنگ سیکھ رہی ہے انہی بزرگوں نے اپنے خون سے ثبت کئے تھے۔

تو اب سوچیے۔ کہ شہادت، جسے قرآن موت نہیں۔ زندگی بتاتا ہے جسے حدیث طیبہ

اور ماتم ؟

میں اعلیٰ ترین منصب بیان کیا گیا اور جس راستے میں صحابہ کی اکثریت گئی ہے۔ کیا یہ مقام مسرت وانبساط ہے یا جائے ماتم؟ اگر شہادت ایک اعلیٰ ترین منصب ٹھہرا۔ تو اس پر گریہ وزاری چہ معنے؟ کیا دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی کو کسی عہدہ جلیلہ پر فائز کر دیا جائے تو اس کے عزیز و اقارب اس بات پر ماتم و نوحہ شروع کر دیں کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی حماقت ہو سکتی ہے؟ اگر یہ حماقت نہیں ہو سکتی۔ تو پھر شہادت جیسے عالی منصب پر ماتم و گریہ کی حماقت کیوں سرزد ہوتی ہے؟ تعجب اس بات کا ہے کہ ماتم کرنے والے۔ اپنے آپ کو ان کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت کرتے ہیں لیکن وہ یہ چاہتے ہیں کہ کاش انہیں یہ منصب حاصل نہ ہوتا۔ اگر ان کی یہی خواہش ہے تو ان سے بڑھ کر، ان بزرگوں کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔

اور شہادت اگر مصیبت ہے

بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ شہادت مصیبت ہے۔ ایک انتہائی تکلیف دہ امر ہے تو ہمیں دیکھنا یہ ہوگا کہ اس مصیبت اور پریشانی میں وہ بزرگ کیا کرتے تھے اور ان کے نانا (صلعم) کا اسوہ کیا تھا اور ان کی تعلیمات کیا ہیں۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات۔ الخ

اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یا تو خوف کے ساتھ یا بھوک کے ساتھ اور مال اور جانوں اور پھلوں میں کمی کے ساتھ اور خوشخبری سنا دیجئے ان صابرین کو کہ جنہیں جب مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم بھی اللّٰہ کے لئے ہیں اور اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اور کتنی ہی احادیث ہیں جن میں "موت" پر رونے پیٹنے والوں پر لعنت کی گئی۔ (بخاری و مسلم شریف کی متفقہ روایت ہے۔

لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعیٰ بدعوی الجاهلیة۔

وہ ہم میں سے نہیں جس نے اپنے رخساروں کو پیٹا اور اپنا گریبان چاک کیا اور جاہلیت والوں کا سا دعوےٰ کیا۔"

ابوداؤد کی روایت ہے: "لعن رسول اللہ صلعم النائحة والمستمعة

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے رونے والی اور اسے سننے والی پر لعنت فرمائی۔"

اس کے علاوہ بے شمار احادیث و روایات ہیں جن میں بلند آواز سے رونے پیٹنے سے صاف اور واضح الفاظ میں منع کیا گیا۔

اور صرف زبانی کلامی ہی نہیں۔ سرور کائنات صلعم کا اسوہ حسنہ بھی ہے۔

آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضؓ کا جنازہ مبارک اٹھایا۔ مگر بتایئے کونسا ماتم کیا؟ سید الشہدا حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت آپ کے سامنے ہوئی مگر بتایئے کتنی ماتم کی مجلسیں آپ نے منعقد فرمائیں؟ اور کتنی دفعہ سالانہ مجالس عزا منعقد کیں؟ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم، حضرت طاہر رضؓ، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم رضؓ کے جنازہ ہائے مبارکہ کیا آپ نے اپنے دست مبارکہ سے دفن نہیں کئے؟ مگر بتایئے اس موقعہ پر کتنے دن ماتمی جلوس نکالے؟ اور ماتمی لباس پہنے؟ خود سرور کائنات صلی اللہ کے وصال مبارک پر۔ بتایئے کتنا ماتم ہوا۔ اور یہ مجالس کتنی دفعہ منعقد ہوئیں، کتنی دفعہ مدینہ منورہ میں تعزیہ نکالا گیا؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہوئے تو حضرات حسنین رضؓ نے کونسا ماتمی جلسہ کیا۔ کتنی مجلس عزا منعقد کیں، حضرت حسن رضؓ کی شہادت عظمےٰ پر، اہل بیت نبوی نے کیا کیا۔ کیا حضرت زین العابدین رضؓ ہر سال تعزیہ نکالتے تھے۔ یا صبر و شکر خداوندی سے راضی برضا تھے؟

جو کچھ روشنی کے ان میناروں نے کیا۔ وہی کچھ کیجئے۔ اگر ان مقدس ہستیوں نے ایسی مصیبتوں پر بجز صبر کے اور کچھ نہیں کیا تو ہمیں بھی صبر کرنا چاہیئے۔ ہمیں حضرت حسین رضؓ کی شہادت عظمےٰ کا ماتم کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھنی ہوگی۔ کہ یہ وہ رسم ہے جس سے حضرت حسین اور ان کا خانوادہ کوئی نسبت اور تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس سے ان بزرگوں کی رضا اور خوشنودی قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی۔

حرف آخر آج تک اس غم میں کتنے گریبان چاک ہوئے کتنے سینے پیٹے گئے اور ماتم و غمناکی کے وہ کونسے مناظر ہیں جو پیش نہیں کئے گئے۔ مگر اس کے باوجود کیا ہوا ہے؟ کیا تاریخ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا ہے؟ کیا تاریخ کے صفحات پر امام عالی مقام کی مظلومیت کی جو تصویر ابھری تھی وہ ختم ہوگئی ہے؟

آپ ماتم کیجئے۔ آپ کی مرضی، لیکن اتنا یاد رکھیئے اس سے آپ خانوادۂ اہل بیت نبوی کو خوش تو کر نہیں سکتے۔ البتہ انہیں ان کے طریقہ سے انحراف کر کے ناراض ضرور کر سکیں گے۔

اب آپ کی مرضی آپ ان کی رضا و خوشنودی کے رستے پہ چلنا چاہتے ہیں یا ان کی ناراضگی کی شاہراہ پر بگٹٹ دوڑنے کی تمنا لئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے۔

بقیہ: افادات رشیدیہ

سے زنا کیا اور پھر وہ عورت اور اس کی دختر مسلمان ہوگئیں تو اب اس مرد زانی پر دونوں حرام ہیں۔ کسی سے اس کا نکاح درست نہیں۔ (صد ۹۵)

عیدین میں اگر امام تین سے زیادہ تکبیرات کہے تو حنفی کو متابعت ضروری ہے

عیدین میں جس قدر تکبیرات، امام وہاں کا کہا کرے تم بھی باتباع اس کے اسی قدر کہا کرو۔ یہ مسئلہ صحابہ رضؓ میں مختلف ہوا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحؒ نے تین تکبیر کو پسند کیا۔ اور دیگر ائمہ نے زیادہ کو قبول کیا۔

سو اہل بھوپال، ابو حنیفہ رحؒ کے مذہب کی مخالفت کو واجب جانتے ہیں (اس وقت بھوپال میں نواب صدیق حسن صاحب کا دور دورہ تھا اور عدم تقلید کا بازار گرم تھا۔ ۱۲۔ عاشق الٰہی)

لہٰذا تیرہ تکبیر کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے، تم خلاف مت کرو، امام کی اطاعت کرو کہ ایسی صورت میں اطاعت امام کی ضروری ہے فقط (صد ۹۶)

گردن کا مسح

مسح گردن مستحب ہے۔ بعض احادیث سے اس کا نشان (ثبوت) ملتا ہے۔ (صد ۸۵)

مطبوعاتِ جدیدہ

تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں

آزاد شیرازی

جواہر الحدیث

مرتب: حافظ فیوض الرحمٰن ایم اے
ضخامت ۴۰ صفحات قیمت ۶۰ پیسے

ناشر: جمعیۃ قوۃ الاسلام۔ المتاز۔ کچہری روڈ۔ لاہور

"جواہر الحدیث" چالیس احادیث نبویؐ کے ایک خوبصورت مجموعے کا نام ہے۔ جسے مرتب نے نہ صرف ترتیب دیا ہے بلکہ ان کی نہایت سلیس اور بامقصد شرح کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ جیساکہ فاضل مرتب نے پیش لفظ میں یہ حدیث نبویؐ تحریر کی ہے "اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو شاد و شاداب رکھے جو میری بات سنے، پھر اسے یاد کرے اور محفوظ رکھے اور دوسروں تک اسے پہنچائے"۔ قاری صاحب نے اس مجموعہ کی ترتیب اور ناشرین نے اس کی نفیس طباعت و اشاعت کے ذریعہ حضور سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کی ہے ـــ فتنۂ انکارِ حدیث کے اس زمانے میں احادیثِ نبویؐ اور ارشاداتِ رسولؐ کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کی ضرورت ہے یہاں تک کہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کو کم از کم چالیس حدیثیں مع ترجمہ ضرور حفظ ہوں۔ جواہر الحدیث ایسی ہی حدیثوں پر مشتمل ہے جو نہایت مختصر جامع اور سمجھنے اور یاد کرنے میں آسان ہیں۔

آدابِ طہارت

ناشر: انجمن شبانِ اسلام۔ حویلیاں۔ ہزارہ

سولہ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ بھی حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے ہی کی کاوشِ ذہنی اور تحقیقِ علمی کا نتیجہ ہے۔ جس میں لباس اور جسم کی طہارت یعنی پاکیزگی کے جملہ اسلامی آداب مختصراً تحریر کئے گئے ہیں ـــ فرنگی اور مغربی تہذیب نے ظاہری صفائی پر تو بہت زور دیا ہے لیکن ع

چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

اسلام صرف صفائی پر ہی نہیں ظاہری اور باطنی جسمانی اور روحانی پاکیزگی پر بھی زور دیتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ پاکیزگی کا مقام صفائی سے بہت بلند ہے۔ جب کوئی شخص اسلامی آدابِ طہارت کے مطابق اپنے لباس اور جسم کی صفائی کرتا ہے تو اس کا نفسیاتی اثر اس کے ذہن، اس کے دل اور اس کی روح پر پڑتا ہے اور صرف اسی طرح وہ جسمانی و روحانی پاکیزگی حاصل کر کے بتدریج بلند مراتب حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے کتابچے پر قیمت درج نہیں غالباً مفت مل سکتا ہے۔

انسانِ کامل

مصنف: پروفیسر خالد علوی
صفحات: ۲۷۶

قیمت: غالباً لکھنی بھول گئے ہیں۔

ملنے کا پتہ: یونیورسٹی بک ایجنسی ۱۹۴۔ انارکلی۔ لاہور

اس کتاب کا موضوع سیرتِ رسولؐ ہے اور اس موضوع پر بے شمار خوش قسمت انسانوں نے لکھا ہے اور قیامت تک لکھا جائے گا۔ پروفیسر خالد علوی نے بھی شفاعتِ رسولؐ حاصل کرنے کے لیے اس موضوع پر لکھنے کی کوشش فرمائی ہے جو انتہائی کامیاب ہے۔

کتاب کے شروع میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وصال تک مختصر اور مستند حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ کی مختلف حیثیتوں کو الگ الگ عنوانات کے تحت قلمبند کیا گیا ہے اور ہر عنوان کو کامیابی کے ساتھ نبھایا ہے۔ ہر عنوان سے پہلے قرآن کریم کی آیات جمع کی گئی ہیں۔ اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عملی زندگی قرآن کی روشنی میں پیش کی گئی ہے اور تمام مباحث اصل ماخذ سامنے رکھ کر تحریر کئے گئے ہیں۔ مصنف کا یہ اسلوب تحریر بالکل نیا ہے۔ اردو زبان میں اس نوعیت کی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ کتاب طلباء اور مقررین

(باقی صـ۲۲ پر)

دینی مدارس

سرکاری تحویل میں لیے جانے کی تجویز پر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور کا تبصرہ

وطنِ عزیز میں گزشتہ کچھ عرصہ سے حکومت کی جانب سے دینی مدارس کے سرکاری تحویل میں لیے جانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ہفتہ عشرہ پیشتر سرکاری طور پر بھی اسی قسم کی تجویز کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس تجویز کے حق میں یہ اپیل پیش کی جا رہی ہے کہ "دینی مدارس کا معیار تسلی بخش نہیں۔ ان میں ہم آہنگی نہیں، نیز ان میں درس و تدریس کا کام کرنے والے معلّمین کے مشاہرے محدود ہیں۔ ان کی معاشی بدحالی اسی صورت میں دور ہو سکتی ہے کہ ان مدرسوں کو سرکاری تحویل میں لے کر معلّمین کو معقول تنخواہیں دی جائیں"۔ بہرکیف دینی حلقوں نے اس خیال اور تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔ ان کی نظر میں اس تجویز کے محرکات سیاسی ہیں اور اس پر عمل درآمد سے کوئی صحت مند اور خوشگوار نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔

جب خلافت ملوکیت میں بدل گئی اس وقت سے لے کر اب تک دینِ اسلام کی تعلیم و تدریس اور اشاعت و تبلیغ زیادہ تر نجی کاوشوں کی ہی رہینِ منت رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں بعض نیک دل اور دیندار مسلمان بادشاہوں نے بھی تبلیغِ اسلام کے لیے خلوص و عمل کا مظاہرہ کیا لیکن انہوں نے بھی اسلام کی اشاعت و فروغ کے لیے قائم نجی اداروں میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی بلکہ انہیں مالی تعاون پیش کیا۔ اسلامی ممالک میں یونانی فلسفے کے زیرِ اثر جن بدعتوں اور جس "روشن خیالی" نے سر اٹھایا اس کا انسداد اور سدِباب حکمرانوں سے زیادہ ان دینی مدرسوں کے معلّمین اور ان سے تحصیلِ علم کرنے والے نوجوانوں نے ہی کیا۔ برصغیر میں اسلام کی روشنی زیادہ تر صوفیائے کرام اور علمائے دین کی نجی کوششوں سے ہی پھیلی اور وہی اسلامی اقدار کے تحفظ کی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ برصغیر میں ان اسلامی مراکز پر پہلی ضرب انگریز حکمرانوں نے لگانے کی کوشش کی۔ انہوں نے پہلے تو علماء کو خریدنا چاہا، جب اس میں ناکام رہے تو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انہوں نے ہزاروں علماء کو کلمہ حق کہنے اور دینِ اسلام کی تبلیغ کرنے کی وجہ سے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ متعدد دینی مدرسے پیوند زمین یا ویران کر دیئے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو اسلام کی سچی تعلیمات کی فیوض و برکات سے محروم کر کے انہیں ہندوستانی قومیت میں گم کر دیا جائے۔ لیکن اسلام کے ان پروانوں نے حوصلہ نہ ہارا وہ اسلام پر اپنی جانیں نچھاور کرتے رہے۔ انہوں نے انگریز کے اس دو سو سالہ دورِ آشوب میں بھی کتاب و سنت کی قندیل روشن رکھی وہ دنیاوی نعمتوں سے منہ موڑ کر پھٹے کپڑوں میں اور کھلے آسمان تلے بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ انہوں نے مفلسی اور غربت کو گلے لگا لیا لیکن حکومت کے سامنے کبھی دستِ سوال دراز نہ کیا۔ اگر یہ علماء اس وقت انگریزی حکومت کے جور و استبداد کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے اور اس کا اثر و نفوذ قبول کر لیتے تو پھر اسلامی عصبیت کی بنا پر برصغیر کے مسلمانوں میں علیحدہ وطن حاصل کرنے کی تڑپ پیدا نہ ہوتی اور نہ ہی پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کا باطل شکن نعرہ برصغیر کی فضاؤں میں گونج سکتا۔

قیامِ پاکستان کے بعد بھی ان دینی مدارس کا کردار بطورِ مجموعی قابلِ تعریف رہا ہے اور اس کی دلیل پاکستان کے عام مسلمانوں کی جانب سے ان مدرسوں کے لیے پیش کیے جانے والا مالی ایثار ہے۔ اس وقت ملک بھر میں کم و بیش اڑھائی ہزار دینی مدارس قائم ہیں جن کے مجموعی اخراجات ایک کروڑ روپے سالانہ سے کم نہیں اور یہ سب عام مسلمانوں کے عطیات سے پورے ہوتے ہیں یہ مالی امداد کسی سرکاری دباؤ کے تحت نہیں۔ اپنی رضا و منشا سے مہیا کی جاتی ہے۔ وطنِ عزیز میں قائم ہونے والی لاکھوں مساجد بھی اسی جذبہ کے تحت تعمیر ہوئیں اور ان کے اخراجات نجی سطح پر ہی پورے ہو رہے ہیں پھر غور طلب بات یہ ہے کہ دینی مدارس کے معلّمین نے اور نہ ہی آئمہ مساجد نے کبھی اپنی بدحالی کی شکایت کی ہے ان کا نقطۂ نظر دنیاوی نہیں وہ اپنی خوشی سے یہ کردار اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر حکومت کو دین کے ان عظیم خادموں کی مالی بدحالی کا احساس ہے تو وہ دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لیے بغیر بھی ان کی امداد و معاونت کر سکتی ہے بلکہ اس ضمن میں اسے سب سے پہلے "اوقاف کے مولویوں" کی حالتِ زار کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی تجویز اسلام کے تبلیغی تقاضوں کے ہی منافی نہیں۔ آئین میں مندرج اسلام سے متعلق شقوں اور آزادی اظہار رائے سے بھی متصادم ہے۔ اس اقدام سے عام مسلمانوں میں دینی مدارس سے تعاون کا موجودہ جذبہ خیر بھی سرد پڑ جائے گا۔ کوئی مسلمان سرکاری تحویل میں لیے جانے والے مدارس کے لیے عطیات نہیں دے گا۔ اس سے قبل حکومت عصری علوم کے تعلیمی اداروں کو سرکاری تحویل میں لے چکی ہے اس سے اصلاحِ احوال کی بجائے بے شمار قباحتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ مجموعی طور پر قوم کو نقصان ہی ہوا ہے۔ تاہم اب دینی مدارس کی اس انداز میں تباہی کو قبول اور برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

اس سے پہلے محکمہ اوقاف لوگوں کی تعمیر کردہ بعض مساجد کو بھی اپنی تحویل لے چکا ہے۔ ان مساجد کے آئمہ کی مالی حالت ممکن ہے پہلے سے بہتر ہو گئی ہو لیکن وہ جس قسم کی گھٹن کا شکار ہو چکے ہیں اور انکی عزت و توقیر میں جو کمی واقع ہوئی ہے وہ کسی المیہ سے کم نہیں۔ ایسے آئمہ کرام حکومت کے لیے مفید ثابت نہیں ہو سکے۔ ایک طرح سے یہ بات تبلیغِ اسلام کو نقصان پہنچانے کا باعث بنی ہے۔ اگر حکومت نے تمام دینی مدارس کا وقار بھی ختم ہو جائے گا اور اسلام کی تبلیغ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ ہمیں حسن ظن ہے کہ حکومت ہرگز ہرگز یہ نہیں چاہتی۔ اگر اس ملک میں خلافِ اسلام عقائد و تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت پر کوئی قدغن نہیں تو پھر دینی مدارس کی آزادی غصب کرنا کہاں تک درست ہو گا؟ اس طرح ملحد قوتوں کو ہی تقویت ملے گی۔ دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کی گنجائش صرف ایک صورت میں جائز قرار دی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ ملک میں خالصتاً دینی حکومت قائم ہو جائے۔ کاروبارِ مملکت کامل طور پر اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے تحت انجام پائے۔ لیکن ابھی وطنِ عزیز میں یہ خوشگوار صبح طلوع نہیں ہوئی۔ حکومت نے مذہبی امور کی علیحدہ وزارت قائم کر کے اس بات کا ثبوت مہیا کر دیا ہے کہ وہ اسلام کو محدود تصور کرتی ہے۔

اس وقت ملک میں اسلام کی جو تھوڑی بہت روشنی موجود ہے، وہ ان دینی مدارس کی نجی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے اور کوئی بھی مسلمان نہیں چاہتا کہ اس قندیل کی روشنی پہلے سے بھی مدھم پڑ جائے۔ ان مدارس کو سرکاری تحویل میں کر عضو معطل بنانے کی بجائے ان کی معقول مالی امداد کی جانی چاہیئے۔ البتہ دینی مدارس کے نصاب کو موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے کی ضرورت یقیناً محسوس کی جانی چاہیئے۔ اس وقت پاکستان میں قائم دینی مدارس کا نصاب بغداد کے مدرسہ نظامیہ کے ایک ہزار سالہ پرانے نصاب کا چربہ ہے اس وقت کے تقاضوں کے مطابق یہی بہترین نصاب تھا لیکن اب بعض جدید تقاضے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ دینی مدارس کا نصاب ایسے خطوط پر مدون ہونا چاہیئے کہ ان سے فارغ التحصیل ہو کر مسند علم و فضیلت پر متمکن ہونے والے علماء خالص دینی مسائل کے ساتھ ساتھ دنیاوی مسائل کا شعور بھی حاصل کر سکیں۔ وہ دنیا میں بھی فلاح حاصل کریں اور آخرت میں بھی —— لیکن ایسا اصلاحی لائحہ عمل بھی اُوپر سے نافذ نہیں ہونا چاہیئے۔ وزارت امور مذہبیہ علمائے کرام کو قائل کر کے خود ان سے ایک جامع نصاب مدون کرا سکتی ہے اور ہمیں یقین ہے اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

بقیہ: مجلسِ ذکر

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ سے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹا دیے۔ اور دولت و ثروت اور عزت و شہرت کا مالک بنا دیا۔ ہمیں رحمۃ للعالمین اور ان کے جان نثار صحابہؓ کی پیروی کرنی چاہیے۔ اسی میں ہماری دنیوی فلاح اور اُخروی نجات ہے۔ کچھ لوگ صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں وہ دین سے بھٹکے ہوئے ہیں، کچھ حدیث رسولؐ کے منکر ہیں وہ بھی دین سے بے بہرہ ہیں، کچھ فقہ پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی دین سے نابلد ہیں، کچھ صوفیاء کے طریقوں کے مخالف ہیں یہ بھی فراست و بصیرت سے دُور چلے گئے ہیں۔ راہِ ہدایت پر وہی لوگ گامزن ہیں جو ما انا علیہ و اصحابی کے مطابق اتباعِ رسولؐ اور پیروی صحابہؓ کے پابند ہیں۔

یہ لوگ اہل قرآن بھی اور اہل حدیث بھی، اہل فقہ بھی ہیں اور اہل تصوف بھی۔ یہی اشیاءِ اربعہ ہدایت کا مینار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود مدظلہ، کی صحت یابی کے لیے

دعا کی درخواست

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود ایم۔ این۔ اے شوگر کے شدید عارضہ کے باعث علیل ہیں اور ڈاکٹروں نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔ تمام مسلمانان پاکستان سے استدعا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی صحت و سلامتی کے لیے مساجد میں خصوصی دعائیں مانگیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین!

(ادارہ)

دعوتِ عمل

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

مولانا ابوالکلام آزاد کا آج سے تقریباً ۵۰ برس پیشتر "الہلال" میں شائع شدہ مضمون "اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہ" ملت کی ذہنی تربیت کے پیشِ نظر "دعوتِ عمل" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

مولانا نے تعلق باللہ اور اسلامی زندگی کا دستور العمل قرآن کریم کی روشنی میں اپنے خصوصی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ یہ ٹریکٹ ۲۱، ۲۲، ۲۳ مارچ ۱۹۷۵ء کو منعقد ہونے والی نظام شریعت کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی نے شائع کیا ہے۔ بیس صفحات پر مشتمل عمدہ ولایتی کاغذ پر شائع ہوا ہے۔ مضمون کے اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں۔ جن سے اس کی افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

"اس تعلیم الٰہی نے بتلا دیا ہے کہ جتنی اطاعتیں جتنی فرمانبرداریاں، جتنی وفاداریاں اور جس قدر بھی تسلیم و اعتراف ہے صرف اسی وقت تک کے لیے ہے جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات نہ جاتی ہو اور دنیا والوں کے وفادار بننے سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آجائے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آپڑے تو پھر تمام اطاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست، تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع اور تمام دوستوں اور محبتوں کا اختتام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم، حاکم ہے نہ بادشاہ بادشاہ، نہ باپ باپ ہے، نہ بھائی بھائی، سب کے آگے تمرّد، سب کے ساتھ انکار، سب کے سامنے بغاوت"

مولانا دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

"آج خدا کی حکومت اور انسانی بادشاہتوں میں ایک سخت جنگ بپا ہے، شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصّے پر بچھا دیا گیا ہے۔ اس کے گھرانے کی وراثت اس کے پوجنے والوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور "دجال" کی فوج ہر طرف پھیل گئی ہے۔ یہ شیطانی بادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں۔ ان کی داہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ایک ساحرانہ جنّت ہے اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنّم بھڑک رہی ہے۔ جو فرزندِ آدم خدا کی بادشاہت سے انکار کرتا ہے۔ یہ دجّال کفر و ظلمت اس پر اپنی جادو کی جنّت کا دروازہ کھول دیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقت خدا کی لعنت اور جہنم کی پھٹکار ہے۔ لابثین فیھا احقابا ۰ لا یذوقون فیھا بردًا ولا شرابًا ۰ اور جو خدا کی بادشاہت کا انکار کرتے ہیں ان کو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنّم میں دھکیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرقوا وانصروا الھتکم مگر فی الحقیقت سچائی کے عاشقوں اور راست بازی کے پرستاروں کے لیے وہ جہنم جہنم نہیں ہے۔ لذتوں اور راحتوں کی جنت النعیم ہے۔ کیونکہ ان کے ایمان و ایقان کی صدا یہ ہے کہ:

فاقض ما انت قاض انما تقضی ھذہ الحیوۃ الدنیا انا اٰمنّا بربنا لیغفرلنا خطیانا۔

اے دنیوی سزاؤں کی طاقت پر مغرور ہونے والے بادشاہ! تو جو کچھ کرنے والا ہے کر گزر!

بس چلا دیکھ! ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے اتیری

دنیاوی سزائیں بھی اس کی راہ سے باز نہیں رکھ سکتیں۔

مزید یہ فرمایا:۔

"مسلمانو! کیا متاعِ آخرت بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کی خواہش ہے؟ کیا اللہ کی حکومت سے باغی رہ کر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے؟ کیا نقدِ حیاتِ ابدی بیچ کر معیشتِ چند روزہ کا سامان کر رہے ہو؟ کیا تمہیں یقین نہیں کہ:

ما هذه الحیوٰة الدنیا الا لهو ولعب وان الدار الاخرة لهی الحیوان۔

"یہ دنیا کی زندگی (جو تعلق الٰہی سے خالی ہے) اس کے سوا اور کیا ہے کہ فانی خواہشوں کے بہلانے کا ایک کھیل ہے؟ اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے جس کے لیے اس زندگی کو تیار کرنا چاہیے۔"

اگر تم صرف دنیا ہی کے طالب ہو۔ جب بھی تم اپنے خدا کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں بخشنے کے لیے تیار ہے، تم کیوں صرف ایک ہی پر قناعت کرتے ہو!

من کان یرید ثواب الدنیا فعند اللہ ثواب الدنیا والاخرة۔

"جو شخص دنیا کی بہتری کا طالب ہے اس سے کہہ دو کہ صرف دنیا کے لیے ہی ہلاک ہوتا ہے؟ حالانکہ خدا تو دین اور آخرت دونوں کی بہتری دے سکتا ہے۔ وہ خدا کے پاس آئے اور آخرت کے ساتھ دنیا کو بھی لے۔"

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ، کی رائے

موجودہ معاشرے کے ذہنی انتشار، مادہ پرستی اور اخلاق باختگی کی وجہ احکم الحاکمین کے احکام سے دوری ہے۔ تعلق باللہ پیدا کرنے میں حضرت مولاناؒ کا یہ مضمون بہت ممد ثابت ہوگا اس کا پڑھنا، سمجھنا اور عمل کرنا ملت کی فلاح کے لیے نہایت ضروری ہے۔ یہ ٹریکٹ ہر پڑھے لکھے مسلمان تک پہنچانا ضروری ہے۔ اس کی اشاعت کارِ خیر ہے۔ صاحبِ ثروت حضرات اس کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ خرید کر یا مجلسِ استقبالیہ کمیٹی کی اجازت سے شائع کرا کر مفت تقسیم کا اہتمام کریں۔

احقر عبید اللہ انور

خط و کتابت کے لیے ناظم مجلس استقبالیہ نظام شریعت کانفرنس دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے رجوع کریں۔

قیمت فی پمفلٹ ۲۵ پیسے ۔ سیکڑہ بیس روپے

بقیہ: تاریخی ڈائری

کمزور اور ضعیف ان سے خوف نہ کھائیں۔ امراء کی صحبت سے بچیں تاکہ وہ ان کو دین سے ہٹانے کی تدبیر نہ کر سکیں اپنے ماتحت عملہ سے خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔ اور اپنے فرائض عمدگی سے انجام دیں، صاحبِ فن اور تاجر پیشہ افراد سے مروت کریں۔"

ان شرائط کے بعد قاضی القضاۃ اپنے عہدے پر مامور ہوتا تھا۔ اس کے ماتحت کئی چھوٹے قاضی ہوتے تھے۔ لیکن قاضی القضاۃ صرف ایک ہی ہوتا تھا جس کی جائے سکونت دار الخلافہ ہوتی تھی۔

بقیہ: مطبوعاتِ جدیدہ

حضرات کے لیے نہایت مفید ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ حکومت علماء پر اپنی طرف سے خطبات ٹھونسنے کی بجائے ایسی کتابوں اور ان کے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے۔

کتاب بحیثیت مجموعی منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن مصنف چونکہ جماعت اسلامی کی فکر سے متاثر ہیں اس لیے کہیں کہیں آزادانہ رنگ بھی پایا جاتا ہے۔

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

(پبلک لمیٹڈ کمپنی)

منظور شدہ سرمایہ ۵۰۰۰۰۰ (پانچ لاکھ) : طلب شدہ سرمایہ ۴۰۰۰۰۰ (چار لاکھ روپے)

اغراض و مقاصد

(ا) قرآن و سنت کی تعلیمات کی طباعت و اشاعت اور نشر و اذاعت

(ب) کمپنی قرآن پاک، قرآن پاک کی تفاسیر کتب مشتمل بر شروح احادیث، سوانح اور اسلام کے عظیم علماء اور بزرگوں کے فکری رشحات کو شائع کرے گی۔

(ج) کمپنی کسی ایسے شخص کی تصنیف و تدوین کردہ کتاب کو شائع نہ کرے گی جس میں مسلم اجماع کا تتبع نہ کیا گیا ہو یا عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہو یا جس میں صحابہ کرام کی ناموس کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔

(د) کمپنی کوئی ایسی کتاب شائع کرنے کی مجاز نہ ہوگی جس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے ہم مسلک اکابر کی شان میں ذم و تشنیع کا پہلو پایا جاتا ہو۔

(ہ) وہ کتابیں جو غیر اسلامی نظریات اور تحریکات (جیسے تجدد پسندی، کیمونزم اور سنت کی تشریعی حیثیت کا انکار وغیرہ) کی نمائندگی کرتی ہوں کمپنی انہیں شائع کرنے کی مجاز نہ ہوگی۔ ایسے ہی کمپنی ان افکار و تحاریک کے علمبرداروں اور بانیوں کے سوانح بھی شائع نہ کرے گی۔

(و) کمپنی قطعی طور پر ایسے ناول، ڈرامے یا کہانیاں شائع نہ کرے گی جن سے اسلامی اخلاقی اقدار مجروح ہوتی ہوں۔

کمپنی کا کل سرمایہ پانچ لاکھ روپے ہے جو دس دس روپے کے پچاس ہزار حصص پر مشتمل ہوگا۔ کمپنی کی منظوری کا سرٹیفکیٹ ۱۰/۱۲ اور کام کرنے کی اجازت کا سرٹیفکیٹ ۱۲/۱۲ کو حاصل کر کے کاروبار شروع کر دیا گیا ہے۔

اغراض و مقاصد سے متفق احباب خط و کتابت کے ذریعہ یا بالمشافہ رابطہ پیدا کریں۔

عبد الرشید ارشد مینیجنگ ڈائریکٹر

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۲۵-۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

اقوال محمود

اختر کاشمیری

اگر آپ اپنی زندگی میں اسلامی انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں تو اقوال محمود کا ذاتی طور پر مطالعہ کریں

قیمت ۴ روپے

ادارہ تفہیم الاسلام پریم گلی لاہور

باہمی تعاون سے قرآن پاک کی اشاعت

ترجمہ اردو شیخ الہند مولانا محمود حسن

تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی

جواب تک لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے

ایمی ٹیشن آرٹ پیپر، رنگین طباعت، سائز ۲۰×۳۰/۸ عمدہ ریگزین کی طلائی جلد

ہدیہ : ۷۰/- روپے رعایتی : ۴۰/- روپے محصول ڈاک بذمہ خریدار

دس نسخے یکجا منگوانے پر ایک نسخہ مفت و محصول ڈاک معاف

جملہ احباب کو مطلع کیجیے تاکہ ارزاں ہدیہ پر ہر کوئی حاصل کر سکے

ہم زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کرنا چاہتے ہیں تعاون فرمائیے

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

ناشران، تاجران کتب عالیہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یسئلونک عن الاھلۃ ط قل ھی مواقیت للناس ... ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا (بقرہ)

تاریخ معلوم کرنے کا طریقہ

جس ماہ اور جس دن کی تاریخ مطلوب ہو اس ماہ کے خانے میں اس دن پر انگلی رکھ کر سامنے نظر دوڑائیے تاریخ معلوم ہو جائے گی۔

اسی طرح

کسی تاریخ کا دن معلوم کرنے کے لیے اس تاریخ پر انگلی رکھ کر سامنے توجہ فرمائیے اپنے متعین ماہ کے خانہ میں اس تاریخ کا دن معلوم ہو جائے گا۔

اسلامی کیلنڈر ۱۳۹۵ھ

محرم / جمادی الاول / شوال		صفر / جمادی الثانی / ذیقعدہ	رجب / ذوالحجہ	ربیع الاول / شعبان		ربیع الثانی / رمضان					
منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	۳	۱۰	۱۷	۲۴	
جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	۴	۱۱	۱۸	۲۵	
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	۵	۱۲	۱۹	۲۶	
اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	۶	۱۳	۲۰	۲۷	
پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	۷	۱۴	۲۱	۲۸	

محمد یونس انور ہزاروی لاہور

ٹیلیفون نمبر ۵۴۳۵۰۹

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم

خدام الدین

ماہِ ربیع الاول میں

یارِ غارِ رسولؐ، رفیقِ مزارِ رسولؐ، فداکارِ رسولؐ، پیکرِ صداقت،

رہبرِ امت، محسنِ اسلام، افضل البشر بعد الانبیاء، امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین

سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

کی

حیاتِ طیبہ پر ایک "عظیم الشان نمبر" شائع کر رہا ہے

یہ نمبر ایک علمی، تاریخی، تحقیقی دستاویز اور معلوماتی انسائیکلوپیڈیا ہوگا

مضمون نگار حضرات ۱۵ صفر المظفر تک اپنے مضامین بھیج دیں

عبیداللہ انور پبلشر نے باہتمام کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔